مولانا حامد علی خاں مرحوم

از مولانا وجیہ الدین احمد خاں قادری، رامپور

رام پور کسی زمانہ میں دار العلوم اور دار العلماء تھا۔ یہاں کی گلی گلی کے اندر اونچے سے اونچے علماء موجود تھے۔ طلباء کی بھی انتہائی کثرت تھی ہزاروں کی تعداد میں یہاں طلباء موجود رہتے تھے جن میں افغانی، پنجابی، بنگالی، آسامی، برما اور رنگون تک کے رہنے والے یہاں آتے تھے۔ خود مقامی آدمیوں کو بھی انتہائی ذوق تھا کہ وہ عربی اور فارسی پڑھیں اور اس میں کمال حاصل کریں۔

یہاں پر فارسی کے باکمال حضرات میں سے مولوی عبدالرزاق خاں طالب (متوفی ۱۹۱۶ء) مولوی حسین شاہ خاں نامی (م ۱۸۹۴ء) بڑے بڑے قابل فارسی داں ہوئے۔ عربی داں حضرات میں یہاں پر کچھ تو مقامی علماء ہوتے اور کچھ بیرونی علماء نے یہاں آکر سکونت اختیار کر لی۔
بیرونی علماء میں سے مولانا عبدالعلی بحر العلوم (م ۱۱۲۵ھ) تین سال تک رام پور میں رہے۔ ملا محمد حسن لکھنوی عرصۂ دراز تک یہاں پر رہے یہیں شادی کی اور یہیں ۱۷۸۴ء/۱۱۹۹ھ میں انتقال فرمایا۔ مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی (م ۱۸۶۱ء) مولوی عبدالحق خیرآبادی (م ۱۸۹۹ء) بھی یہاں مقیم رہے۔ عبدالحق خیرآبادی کے صاحبزادے مولوی اسد الحق صاحب نے بھی یہیں پر ۱۳۱۸ھ/۱۹[illegible] میں انتقال فرمایا۔
مقامی علماء میں سے مولانا فضل حق رامپوری بڑے جلیل القدر علامہ ہوئے۔ برما سے

لے کر بخارا تک ان کا چرچا تھا۔ انھوں نے بڑی گراں قدر تصانیف چھوڑی ہیں کہ جن کے پڑھنے والے اور پڑھانے والے بھی اب دنیا میں موجود نہیں رہے۔ مولانا موصوف میرے استاذ تھے اور عرصۂ دراز تک مدرسہ عالیہ کے پرنسپل رہے ۱۹۴۰ء میں وصال ہوگیا مولانا منور علی صاحب (م ۱۹۳۳ء) یہاں کے مشہور محدث تھے۔ ان کے استاذ میاں محمد شاہ صاحب (۱۹۲۰ء) اور ان کے استاذ الاستاذ میاں حسن شاہ صاحب (م ۱۳۱۲ھ) محدثین کرام میں سے تھے۔ مولوی اکبر علی خاں صاحب (م ۱۳۰۲ھ) بھی یہاں کے مشہور و معروف محدث تھے مولانا عبدالعلی خاں ریاضی داں (م ۱۳۰۳ھ) اور مولوی عبدالعلی صاحب منطقی (م ۱۳۲۸ھ) بھی یہاں کے مشہور عالم ہوئے ——— الغرض یہ حضرات وہ تھے کہ جن میں سے بعض کو میں نے خود بھی دیکھا تھا ——— میں نے طالب علمی کے زمانہ میں مولوی احمد امین خاں صاحب (م ۱۹۳۸ء) مولوی معز اللہ خاں صاحب (م ۱۹۴۳ء) مولوی نظیر الدین صاحب (م) مولوی افضال الحق صاحب (م ۱۹۵۵ء) اور خود میرے پیر و مرشد اور استاذ حضرت مولانا وزیر محمد خاں صاحبؒ (م ۱۹۲۵ء) مدرسہ عالیہ میں درس دیتے تھے اور ان تمام ہی حضرات کا اپنے دور کے باکمال علماء میں شمار تھا ——— میں جب علی گڑھ کی ریاست دادوں کے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کی ملازمت سے فارغ ہو کر رام پور میں آیا تو اس وقت بھی علماء کا اور علم کا چرچا یہاں پر بہت تھا۔ میں نے ملا حسن (منطق کی مشہور کتاب) اور شرح ہدایۃ الحکمۃ (فلسفہ کی بہترین کتاب) اپنے محلہ (انگوری باغ) کی مسجد میں شروع کرائی کہ اس میں تقریباً بائیس۲۲ پچیس۲۵ طالب علم شریک ہوا کرتے تھے ان میں پندرہ۱۵ سولہ۱۶ طالب علم بہت ہی سمجھدار تھے۔ انھیں میں مولوی حامد علی خاں صاحب بھی تھے۔

مولوی حامد علی خاں صاحب نہایت گہری استعداد رکھتے تھے انھوں نے بہت کچھ فوائد ملا حسن اور شرح ہدایۃ الحکمۃ کے ذریعہ حاصل کیے۔ مولانا بڑے متوکل، قانع، مہذب، مدبر اور سمجھدار انسان تھے۔ کم عمری ہی میں اُن کے والد رشید علی خاں صاحب کا انتقال

ہو گیا تھا اس لیے مجبوراً معاش کے لیے رام پور کے دفاتر میں ملازمتیں کیں۔ وہ ملازمت بھی کرتے تھے اور تحصیل علم بھی۔ تحصیل علم میں انھوں نے یہاں کے بڑے بڑے علماء کی طرف توجہ کی اور فراغت تحصیل پر کرورس وتدریس کی دنیا میں ایک اونچا مقام حاصل کیا۔

روہتک (ہریانہ) والے ان کے معتقد تھے اور اُن کی خواہش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح روہتک آجائیں۔ چنانچہ ان کو یہاں کے دفتر کی ملازمت چھڑانے کے بعد وہ لوگ ان کو روہتک لے گئے۔ وہاں پر تھوڑے زمانہ تک مدرسہ خیر المعاد میں رہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب روہتک کے حالات کچھ نازک ہوئے تو ہم نے مولوی حامد علی خاں صاحب کو مجبور کیا کہ وہ رام پور آجائیں چنانچہ وہ رام پور تشریف لے آئے اور یہاں مدرسہ عالیہ میں ۷، دسمبر ۴۷ ۱۹ء سے درجہ تفسیر کے مفسر ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُن کو افتاء سے بھی ایک خاص مناسبت تھی۔ مشورے اور رائے وہ مجھ سے بھی لیتے تھے مگر تحریری فتویٰ نویسی وہی انجام دیتے تھے۔ اُن کے ہاتھ کے فتاویٰ کی نقول ایک مجلد رجسٹر میں لائبریری مدرسہ جامع العلوم فرقانیہ، مسٹن گنج رامپور میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ تقریر بھی بہت عمدہ کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں وہ میرے انتہائی دست وبازو تھے۔

جب میری عمر ۵۵ برس کی ہوئی اور ریٹائری کا زمانہ قریب آگیا تو وہ بھی مدرسہ عالیہ میں تنہائی محسوس کرنے لگے اور ملازمت سے برداشتہ خاطر ہوگئے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ میں جو مدرسہ عالیہ سے مانوس تھا وہ صرف آپ کی وجہ سے تھا مجھے کچھ دوسرے حضرات سے الفت وانسیت پیدا نہیں ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روہتک والوں نے انتہائی زور دے کر انھیں دوبارہ بلالیا۔ لہذا وہ ۱۶ر جنوری ۱۹۵۹ء کو مدرسہ عالیہ سے استعفیٰ دے کر روہتک چلے گئے اور مدرسہ خیر المعاد کو پھر آباد کیا ——— وہاں پر انھوں نے علمی اور عملی خدمات کی وجہ سے بڑی عزت وشہرت پائی ——— تقسیم ملک کے بعد جب نقل آبادی کا مسئلہ درپیش ہوا تو روہتک کی آبادی ملتان کی طرف منتقل ہو گئی۔ اُسی منتقلی کی صورت میں وہ بھی انتہائی تکلیف کے ساتھ ملتان

چلے گئے۔ وہاں پر اُن کی شہرت و مقبولیت میں روہتک سے بھی زیادہ اضافہ ہوا۔ ملتان میں ان کے مخلصین کے تعاون سے ایک شاندار مدرسہ خیر المعاد اور ایک عالی شان مسجد تعمیر ہوئی اور ایک وسیع و عریض مکان بھی بنوایا کہ جس کا نام حامد منزل ہے۔

مولانا نے علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ عملی سیاست میں بھی حصہ لیا۔ اس سے ان کا منشا یہ تھا کہ میں سیاست کے میدان میں آنے کے بعد دین اور اسلام کی ترقی کی کوشش کروں۔ یہ چیز وہاں کے بہت سے ارباب علم کے پیش نظر تھی۔ چنانچہ ان کو اس میدان میں جو کامیابی حاصل ہوئی وہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ عوام بھی ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے —— ایک بار سیاسی تنازعہ میں جب مولانا کو گرفتار کیا جانے لگا تو اس وقت شہر ملتان کے ہزاروں آدمی سڑکوں پر پولیس کی راہ میں لیٹ گئے کہ پہلے ہمیں گرفتار کرو بعد میں انھیں پکڑنا۔ چنانچہ مجبوراً حکومت نے وارنٹ منسوخ کیے۔ یہ اُن کی مقبولیت کا عالم تھا۔

میدان سیاست کے علاوہ مولانا تحریر کے میدان میں بھی صاحب کمال تھے۔ ہمیشہ کچھ نہ کچھ لکھتے رہے لیکن شاید محفوظ بہت کم ہی رہا —— پھر بھی جس قدر محفوظ ہے اور طبع ہو کر آگیا ہے وہ اُن کی ذہانت، لیاقت اور طرزِ تحریر کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ ان کا پہلا کارنامہ مقاماتِ ارشادیہ فارسی مؤلفہ حافظ عنایت اللہ خاں کا اردو ترجمہ ہے جو ۱۴۰ صفحات پر محیط ہے اور تصوف کے مقامات و اسرار کا بہترین نچوڑ ہے مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے تین ایڈیشن اب تک منظر عام پر آچکے ہیں۔ دوسرا کارنامہ تذکرۃ المشائخ کی تصنیف ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اپنے پیر و مرشد مولوی حافظ عنایت اللہ خاں صاحب مجددی (م ۱۳۴۵ھ) تک کے حالات ۱۸۴ صفحات پر لکھے ہیں —— تیسری تالیف انوار مجدد الف ثانی کی شکل میں منظر عام پر آچکی ہے اس میں مجدد صاحب (م ۱۰۳۴ھ) کے حالات، اقوال و مناقب وغیرہ کو ۳۲ صفحات میں سمونے کی قابل قدر کوشش کی ہے —— اس کے علاوہ مجموعۂ فتاویٰ کا تعارف ابتدا میں کرادیا گیا ہے ——

مولانا ایک عرصہ سے کمزور اور ضعیف تھے مگر سرہند شریف کے عرس میں برابر حاضری کی کوشش کرتے رہے اور آتے رہے مگر ایک وقت ایسا آیا کہ امراض نے ان کے اوپر احاطہ کرلیا اور وہ اس دنیا سے ۷ جنوری ۱۹۸۰ء کو رخصت ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ اُس عالم میں اُن کو مراتب عالیہ مرحمت فرمائے۔

الحمدللہ کہ اُن کے تمام صاحبزادے دینی ذوق رکھتے ہیں۔ بڑے صاحبزادے حافظ محمد علی خاں مدرسہ کے کاموں کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں اور ان کے دوسرے برادران ناصر علی خاں و احمد علی خاں اور دیگر متوسلین، متعلقین و مریدین بھی مذہبی امور میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں اور مدرسہ کی ترقی میں کوشاں ہیں ــــــــ

اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ اپنے کرم سے اُس عالم میں اُن کے مراتب عالیہ کو بلند و بالا فرمائے اور اس عالم کے اندر اُن کے مخلصین و معتقدین کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین

اردو ادب کی تاریخ

(حصہ اوّل نظم)

اردو زبان و ادب کی تاریخ اور ارتقاء پر ایک بلند اور معیاری کتاب ۱۵۰۰ ق م سے لے کر دور حاضر تک تمام لسانی فکری اور ادبی تحریکوں کا جائزہ اور ان ادوار کے تقریباً دو سو شاعروں کی تخلیقات پر تنقید و تبصرہ مع نمونۂ کلام۔

کتابت وطباعت پاکیزہ، دیدہ زیب ٹائیٹل، صفحات ۴۴۸

قیمت -/15 روپے

مکتبہ برہان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

IRSHAD ... LIBRARY

اسلام کا نظامِ حکومت

جدید ایڈیشن نئے شاندار اور دیدہ زیب گٹ اپ کے ساتھ

مؤلف: مولانا حامد الانصاری غازی

اس کتاب میں اسلام کی ریاست عامہ کا مکمل دستور اساسی اور مستند ضابطۂ حکومت پیش کیا گیا ہے۔ یہ عظیم الشان تالیف اسلام کا نظام حکومت ہی پیش نہیں کرتی بلکہ نظریۂ سیاست و سلطنت کو بھی منظر عام پر لاتی ہے، طرز تحریر زمانۂ حال کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

صدیوں سے یہ غلط نظریے اسلام کی طرف منسوب ہو گئے ہیں، ان کی تردید کے لیے ایک خاص اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ ہمارے لٹریچر میں یہ پہلی کتاب ہے جو قانون قرآن، نبوت، دستور صحابہ کے علاوہ اسلام کے علماء اجتماعیات کی بے شمار کتابوں اور عصر حاضر کے نوشتوں کے مطالعہ اور سالہا سال کی عرق ریزی کے بعد سامنے آئی ہے۔

صفحات ۴۶۴، بڑی تقطیع، قیمت -/۲۲ روپے

مجلد اعلیٰ کوالٹی -/۳۰ روپے

ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد دہلی